Pakistan Islamicus

An International Journal of Islamic and Social Sciences

(Bi-Annual)

Trilingual: Urdu, Arabic, and English

pISSN: 2789-9365 eISSN: 2790-4911

https://pakistanislamicus.com/index.php/home

Published by:

Muslim Intellectuals Research Center

Multan-Pakistan

website: www.mircpk.net

Copyright Muslim Intellectuals Research Center

All Rights Reserved © 2021. This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

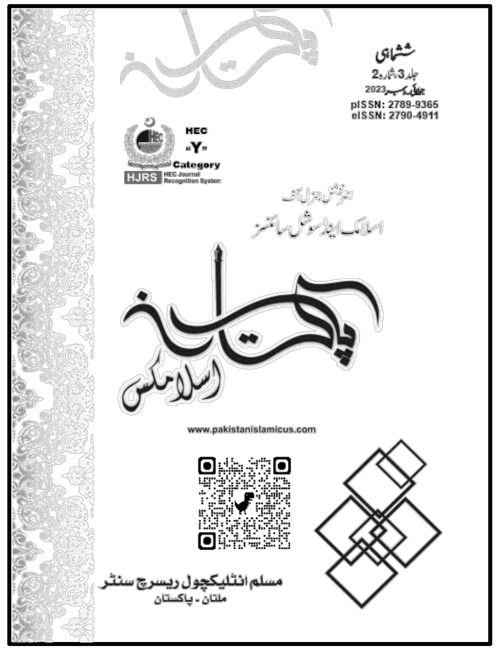

TOPIC

تعمیرِ شخصیت میں سماجی رویوں کی اہمیت اور تقاضے: قرآن وسنت کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ

IMPORTANCE AND REQUIREMENTS OF SOCIAL BEHAVIOUR IN CHARACTER BUILDING: AN ANALYTICAL STUDY IN THE LIGHT OF THE QUR'AN AND SUNNAH

AUTHORS

Dr Abbas Ali Raza

Assistant Professor

Department of Islamic Studies, Faculty of Social Sciences, Lahore Garrison University, Lahore, Punjab, Pakistan.

abbasaliraza@lgu.edu.pk

Salman Arif

PhD Scholar,

Institute of Islamic Studies, University of The Punjab, Lahore, Punjab, Pakistan.

Hafiz Muhammad Masood Ahmad

PhD Scholar,

Department of Islamic Studies, University of Education, Lahore, Punjab, Pakistan.

How to Cite

Ali Raza, Dr Abbas, Salman Arif, and Hafiz Muhammad Masood Ahmad. 2023.

تعمیرِ شخصیت میں سماجی رویوں کی اہمیت اور تقاضے: قرآن وسنت کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

“IMPORTANCE AND REQUIREMENTS OF SOCIAL BEHAVIOUR IN THE CHARACTER BUILDING: AN ANALYTICAL STUDY IN THE LIGHT OF THE QUR'AN AND SUNNAH”.

PAKISTAN ISLAMICUS (An International Journal of Islamic & Social Sciences) 3 (2): 95-114.

https://pakistanislamicus.com/index.php/home/article/view/86

تعمیرِ شخصیت میں سماجی رویوں کی اہمیت اور تقاضے: قرآن وسنت کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

IMPORTANCE AND REQUIREMENTS OF SOCIAL BEHAVIOUR IN CHARACTER BUILDING: AN ANALYTICAL STUDY IN THE LIGHT OF THE QUR'AN AND SUNNAH

Dr Abbas Ali Raza
Assistant Professor
Department of Islamic Studies, Faculty of Social Sciences, Lahore Garrison University, Lahore, Punjab, Pakistan.
abbasaliraza@lgu.edu.pk

Salman Arif
PhD Scholar,
Institute of Islamic Studies, University of The Punjab, Lahore, Punjab, Pakistan.

Hafiz Muhammad Masood Ahmad
PhD Scholar,
Department of Islamic Studies, University of Education, Lahore, Punjab, Pakistan.

Abstract

The development of an individual's character is a multifaceted process influenced by various factors, among which social attitudes play a pivotal role. This analytical study delves into the significance of social attitudes in character building, drawing insights from the teachings of the Qur'an and Sunnah, the two primary sources of guidance in Islam. Understanding the impact of societal behaviour on shaping an individual's conduct, attitude, and moral compass is crucial. Through an examination of Islamic scriptures and principles, this study aims to highlight how social attitudes, as outlined in the Qur'an and Sunnah, contribute to the moulding and refinement of an individual's character. The teachings and examples provided in these religious texts offer valuable guidance on fostering positive social attitudes that lead to cultivating virtuous character traits, emphasising empathy, compassion, justice, and integrity. This exploration underscores the intrinsic relationship between social attitudes and character development, offering a deeper understanding of these attitudes' role in shaping individuals within the framework of Islamic teachings.

Keywords: Character Building, Qur'an and Sunnah, Social Attitudes, Islamic Teachings, Importance, Requirement.

سماج انسان کی فطرتی ضرورت ہے کیونکہ انسان کی فطرت میں مل جل کر رہنا ہے۔ انسان کے اسی فطری تقاضے کی وجہ سے سماج اور معاشرہ تشکیل پایا۔ سماج کی تشکیل کا یہ سلسلہ ابن آدم کی پیدائش سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ اور مشیتِ ایزدی بھی یہی تھی کہ انسان مل جل کر رہے۔ تاکہ زمین کی آبادکاری ہو۔ قرآن وسنت میں متعدد مقامات پر ایسا قرینہ پایا جاتا ہے جس سے اس مشیتِ ایزدی کا اظہار ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بات پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ مطلقاً انسانی سماج یا معاشرہ قرآن وسنت کا مطلوب نہیں بلکہ ایک ایسا سماج جس کے خدوخال قرآن وسنت کے بیان کردہ اُصول وضوابط کے مطابق ہوں جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

"لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَ السَّآىِٕلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۗ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ١٧٧ . ."[1]

کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو ہاں اصلی نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھڑوانے میں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیزگار ہیں۔

مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ ہمیں ایک ایسے انسانی سماج کے خدوخال کا پتہ دیتی ہے جو خدا تعالیٰ کا مطلوب ومقصود ہے۔ یعنی ایک ایسا سماج جس میں بسنے والے افراد ایک دوسرے کا دست وبازو بنیں۔ مشکل اور پریشانی کے وقت کام آئیں۔ غریبوں اور ناداروں کا تحفظ ہو۔ عدل وانصاف کا بول بالا ہو۔ ایک ایسا سماج جو قرآن وسنت کے بنائے ہوئے اُصولوں پر عمل پیرا ہو اسی سماج میں افراد کی شخصیت کی تعمیر ممکن ہو پائے گی۔ وگرنہ قرآن وسنت کے اُصولوں سے منحرف سماج اپنے افراد کی شخصیت اور کردار کی تعمیر کی بجائے اُلٹا اُسے خراب کرتے ہیں۔ کیونکہ ہر فرد کی شخصیت پر اس کے سماج کا گہرا

[1] البقرہ ۲:۱۷۷۔ Al-Baqarah 2:177

اثر ہوتا ہے۔ فرد اپنے سماج سے ہی طرزِ معاشرت و معیشت سیکھتا ہے۔ اسی طرح اخلاق واطوار بھی سماج ہی کی دین ہوتے ہیں۔ یہ کہنا بجا ہو گا کہ سماج فرد کی تربیت و تعمیرِ شخصیت میں کلیدی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔

سماج کا لغوی و اصطلاحی معنی

سماج سنسکرت زبان کے دو الفاظ "سم" اور "آج" سے مل کر بنا ہے۔ "سم" کے معنی ہیں "اکھٹا یا ایک ساتھ" اور "آج" کے معنی ہے "ایک ساتھ رہنا"۔ یعنی ایک ساتھ مل جل کر رہنا۔ اصطلاح میں سماج سے مراد افراد کا ایسا گروہ ہے جو اپنے مشترکہ مفادات کی وجہ سے مل جل کر رہتے ہیں۔ اُردو میں سماج کے لیے لفظ معاشرہ استعمال کیا جاتا ہے۔ انگریزی میں لفظ Society بولا جاتا ہے۔ کیمبرج ڈکشنری Society کی تعریف کرتی ہے:

> "A large group of people who live together in an organized way. Making decisions about how to do things and sharing the work that needs to be done. All the people in a country, or in several similar countries, can be referred to as a society."[2]
>
> لوگوں کا ایک بڑا گروپ کو ایک منظم طریقے سے ساتھ رہتے ہیں۔ چیزوں کو کرنے کے طریقے کے بارے میں فیصلے کرتے ہیں اور اس کام کو شیئر کرتے ہیں جس کی ضرورت ہے۔ کسی ملک یا کئی ایک جیسے ممالک کے تمام لوگوں کو سماج کہا جاسکتا ہے۔

جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ یورپ کے ملکوں کے معاشرے کو مغربی معاشرہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ سماج کسی ایک قوم پر بھی مشتمل ہو سکتا ہے اور بسا اوقات کئی اقوام پر بھی مشتمل ہو سکتا ہے۔

سماجی رویے

سماجی رویہ سے مراد کسی بھی سماج کا وہ مخصوص طرزِ معاشرت ہے جس کے ذریعہ سے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ تعامل کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ سماجی رویہ کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

> "Social behaviour is defined as interactions among individuals, normally within the same species, that are usually beneficial to one or

---

[2] *Cambridge Dictionary*, (Cambridge: Cambridge University Press, 2007), 123.

more of the individuals. it is believed that social behaviour evolved because it was beneficial to those who engaged in it, which means that these individuals were more likely to survive and reproduce."[3]

سماجی رویے کو افراد کے درمیان تعامل کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ عام طور پر ایک ہی نوع کے اندر یہ تعامل وقوع پذیر ہوتا ہے۔ سماجی رویے کا ارتقاء ان لوگوں کی مرہونِ منت ہے جو اپنے فائدے کے لیے اس میں مصروف تھے۔

سماجی رویے کی اہمیت وضرورت

چونکہ سماجی رویے انسانوں کی اندرونی خصوصیات، اخلاق وعادات اور رسوم ورواج پر مشتمل ہوتے ہیں اس لیے کسی بھی معاشرے میں سماجی رویوں کی اہمیت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ سماجی رویوں کا بگاڑ معاشرے کو تباہی کے دہانے تک پہنچا دے گا۔ اور اگر سماجی رویے مبنی بر انصاف اور دیگر اعلیٰ اخلاقی قدروں سے متصف ہوں گے تو معاشرہ مستحکم اور مضبوط ہوگا۔ اس لیے سماجی رویے کسی بھی معاشرے میں ترقی وخوشحالی کی ضمانت ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ نسل انسانی کی بقا اور فلاح کے لیے سماجی رویوں کا درست ہونا ازحد ضروری ہے۔ یعنی نسلِ انسانی کی بقا کا راز پُرامن سماج اور اعلیٰ سماجی رویوں میں پوشیدہ ہے۔ جرمن شاعر وولف گینگ نے رویے کے بارے میں کیا خوبصورت بات کہی ہے کہ:

"Behaviour is the mirror in which everyone shows their image. How human behave reflects their values, principles and beliefs."[4]

جان وولف کہتا ہے کہ رویہ وہ آئینہ ہے جس میں ہر کوئی اپنی تصویر دکھاتا ہے۔ انسانوں کا برتاؤ، اُن کی اقدار، اُصولوں اور عقائد کی عکاسی کرتا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا بجا ہوگا کہ سماج کی تشکیل کے مقاصد کا حصول سماجی رویوں ہی کے مرہونِ منت ہے۔

سماج کی اساسیات

انسانی اجتماع یا سماج ایک ضروری چیز ہے اور فطری تقاضا ہے۔ علم عمرانیات کے ماہرین انسان کی اسی ضرورت کا اظہار عمومی طور پر اس اصطلاح کے ذریعہ سے کرتے ہیں کہ انسان "مدنی الطبع" ہے۔ انسان میں جو طبعی طور پر مدنیت پائی جاتی ہے اُس کی چند وجوہات درج ذیل ہیں:

---

3 Davis, Mak, *A Social Behavior Biology*, Encyclopedia.com, 2018.
4 Johann Wolf Gang Von, *Goethe Quotes*, retrieved from: www.brainyquote.com

غذا کا حصول

اللہ پاک نے انسان کی تخلیق فرمائی اور اُسے ایسی صورت عطا کی کہ اُس کی بقا اور زندگی کے لیے غذا ضروری قرار پائی اور اخلاقی طور پر انسان کو حصولِ غذا اس کے طریقے بھی سجھا دیے۔ انسان کو ایسی طاقت و قدرت بخشی کہ وہ اپنے لیے رزق مہیا کر سکے لیکن انسان جتنے بھی جتن کر لے اور جتنی بھی کوشش کرے وہ تن تنہا اپنے لیے غذائی ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی لوگوں سے الگ تھلگ رہ کر اپنی زندگی اور بقا کو برقرار رکھ سکتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک دن کی غذا ہی کو لے لیجیے کہ اگر انسان روٹی کھانا چاہے تو گندم کے اُگانے سے لے کر پھر پسوائی اور پکوائی تک کے تمام مراحل کو لے لیجیے جو بے شمار لوگوں اور بہت سارے اوزاروں اور صنعتوں کا مرہونِ منت ہے۔ ان تمام مراحل میں سے کچھ تو انسان کرے گا مگر تمام مراحل اور صنعتوں کو کر گزرنا ایک انسان کے لیے ممکن نہیں۔ اسی کے متعلق علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں:

> "اگر انسان گیہوں کی چپاتی کھانا چاہے تو اُسے بہت سے کام انجام دیے بغیر نہیں کھا سکتا۔ پہلے اسے پسوانا پڑے گا پھر آٹا گوندھنا پڑے گا پھر روٹی پکوائی جائے گی تب کہیں جا کر روٹی میسر آئے گی۔ پھر ان تینوں کاموں میں سے ہر کام مددگار و اوزار چاہتا ہے اور متعدد کاریگر بھی جیسے لوہار، بڑھئی اور کمہار وغیرہ۔"[5]

دفاع و حفاظت

سماج کی ایک اور اساس دفاع اور بچاؤ بھی ہے۔ حیوانات تو اپنی زندگی انفرادی طور پر بھی گزار سکتے ہیں کیونکہ اُن کو خطرات سے بچاؤ کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسی کھال، سینگ اور ناخن اور پنجے بخشے ہیں جن سے وہ بخوبی اپنے دفاع کا کام لے سکتے ہیں۔ لیکن انسان ان چیزوں سے محروم ہے۔ لہٰذا اُسے اپنے دفاع کے لیے دیگر افراد کی ضرورت ہے۔ کیونکہ وہ تن تنہا خوفناک درندوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اس دفاعی ضرورت نے انسان کو مجبور کیا کہ وہ مل جل کر رہے۔ اس لحاظ سے اجتماعیت ضروری ٹھہری ورنہ اس کی تخلیق کا منشا پورا نہیں ہو پاتا۔ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

> "ہر حیوان کو ایسا عضو عطا کیا گیا ہے کہ جس سے وہ دوسرے حیوانات سے پہنچنے والے حملوں سے اپنے آپ کو بچا سکے اور ان تمام کے عوض انسان کو قوتِ فکر بخشی گئی اور ہاتھ بھی دیے گئے ہیں اور صنعتیں انسان کے لیے وہ اوزار فراہم کرتی ہیں جو تمام حیوانات کے دفاعی اعضا کے قائم مقام ہیں۔"[6]

---

[5] ابن خلدون، علامہ، مقدمہ ابن خلدون، (مترجم: مولانا راغب رحمانی)، (کراچی: نفیس اکیڈمی، ۲۰۰۱ء)، ۱۵۳۔
ābn kẖldwn ،ʿlāmh ،mqdmh ābn ẖldwn،(mtrğm: mwlānā rāġb rḥmāni) ،(krāi: nfys ākymi 2001 ،,153

[6] ایضا
Ibid

انسانی زندگی کا تحفظ مل کر رہنے میں ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی انسان کو دوسرے کا مددگار اور ساتھی بنایاہے۔ قرآن مجید میں بے شمار آیات اسی ضمن میں موجود ہیں۔ رشتے ناطے اور بھائیوں کے ذریعے سے اللہ نے انسان کو طاقت بخشی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

"قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا١ۚۛ بِاٰيٰتِنَاۤ١ۚۛ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ۳۵ . ."[7]

فرمایا، قریب ہے کہ ہم تیرے بازو کو تیرے بھائی سے قوت دیں گے اور تم دونوں کو غلبہ دیں گے تو وہ تم دونوں کا کچھ نقصان نہ کر سکیں گے، ہماری نشانیوں کے سبب تم دونوں اور جو تمہاری پیروی کریں گے غالب آؤ گے۔

فرد کی تعمیرِ شخصیت اور سماجی رویوں کا باہمی تعلق

کسی بھی سماج یا معاشرہ کے سماجی رویے اس معاشرہ کے اجتماعی نظام کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ مثلاً خاندانی سماجی رویے اس معاشرہ کے نظامِ خاندان کے عکاس ہوں گے کہ اس سماج میں خانگی نظام کن اُصول وضوابط اور جہات پر مشتمل ہے۔ اسی طرح تعلیمی و معاشی اور سیاسی و مذہبی رویے اس سماج کی ذہنی و فکری سوچ کے عکاس ہوتے ہیں۔ کسی بھی سماج کی یہ فکر اور سوچ ظاہر ہے انسانی عقل کی پیداوار ہوتی ہے جس میں خطا کا احتمال موجود ہوتا ہے۔ زندگی کی اس تگ ودو میں عقلِ انسانی عمومی طور پر ٹھوکر کھاجاتی ہے جس سے مقاصدِ حیات کی تکمیل مشکل و ناممکن ہو جاتی ہے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ مقاصدِ زندگی کے تکمیل حصول کے لیے ایسا نظامِ زندگی ہو جو مکمل اور جامع ہو، خطا اور غلطی سے مبرا ہو مگر ایسا نظامِ زندگی صرف وہی ذات ہی تشکیل دے سکتی ہے جو خود کامل و اکمل ہو اور انسانی زندگی کے مسائل و مقاصد سے بخوبی آگاہ ہو تو ایسی ذات صرف خدائے وحدہ لاشریک کی ہے کیونکہ صرف یہی وہ ذات ہے جس نے نہ صرف انسان کو تخلیق کیا بلکہ انسان کے مقاصدِ حیات کو بھی متعین کیا۔ اور انسانی سرشت سے بھی بخوبی واقف ہے۔ سو انسان کے اپنے بنائے ہوئے نظامِ حیات و معاشرہ میں ان گنت خرابیاں اور خامیاں ہو سکتی ہیں مگر خدائے بزرگ وبرتر کا بنایاہوا نظامِ معاشرہ ہر خرابی وخامی سے پاک اور صاف ہے۔ خدائے بزرگ وبرتر نے اسلام کی صورت میں انسانی کو ایک ایسا مکمل ضابطہ حیات عطاکی ہے جو ہر لحاظ سے کامل و اکمل ہے۔ ہر گوشۂ زندگی کے متعلق انسانیت کو رہنمائی عطا کرتا ہے جس کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے:

---

[7] القصص ۲۸:۳۵ Al-Qasas 28:35

"اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا" [8]

آج میں نے تمہارے لئے دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

اسلام ہی وہ طریقہ اور روش ہے جس پر چل کر مقاصدِ حیات کی تکمیل ممکن ہو سکتی ہے جب کہ دیگر جتنے بھی معاشرتی دساتیر ہیں وہ چونکہ عقلِ انسانی کی پیداوار ہیں اس لیے وہ کچھ فوائد کے ساتھ ساتھ کچھ خامیوں کو بھی دامن میں لیے ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ انسانی زندگی کے ہر گوشہ اور پہلو کے متعلق رہنمائی کرنے سے بھی عاجز ہوتے ہیں جب کہ اس کے مقابلہ میں اسلامی طرزِ معاشرہ اپنے اندر بہت زیادہ وسعت لیے ہوئے ہے، جو ہر خطہ زمین ہر ملک اور ہر قوم کے لیے یکساں طور پر مفید ہے۔

اسلام کے علاوہ دیگر دساتیر کسی خاص قوم یا علاقے یا ملک کی ضرورت کو تو پورا کر سکتے ہیں مگر ضروری نہیں کہ دیگر علاقوں یا ملکوں کے لیے بھی فائدہ مند ہوں مگر اسلامی طرزِ معاشرہ کے تخلیق کار نے پوری نوعِ انسانی کو سامنے رکھ کر اسلامی طرزِ معاشرت کو ترتیب دیا ہے۔ بلاشبہ اسلامی طرزِ معاشرہ ایک عالمگیر اور آفاقی طرز معاشرت ہے۔

اسلامی طرزِ معاشرت کی اساس

ماہرین عمرانیات کے نزدیک حصولِ غذا اور دفاع کے علاوہ معاشرہ کی تشکیل میں عصبیت، قومیت اور لسانیت وغیرہ بھی اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ یہ تمام اساسیات کسی بھی معاشرہ کے لوگوں کو آپس میں یا دوسرے معاشرہ کے لوگوں کا استحصال کرنے سے نہیں روکتیں۔ جب کہ اس کے مقابلہ میں اسلامی طرزِ معاشرت کی اساس توحید باری تعالیٰ ہے۔ کیونکہ جب آپ توحید باری تعالیٰ کو مان لیتے ہیں اور اللہ کے حضور سر تسلیم خم کر لیتے ہیں تو گویا اپنے نفس کی اتباع وپیروی کو ترک کر کے اپنے رب العالمین کی اتباع وپیروی کا عہد کرتے ہیں۔ اور پھر ہر معاملہ میں رضائے الٰہی کو تلاش کرتا ہے۔ توحید یہ تقاضا کرتی ہے کہ اللہ سے ڈرا جائے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۱۰۲" [9]

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان۔

---

[8] المائدہ ۵:۳۔ Al-Ma'idah 5:3

[9] آل عمران ۳:۱۰۲۔ Aal-e-imran 3:102

یعنی زندگی کا ہر لمحہ اللہ سے ڈرتے ہوئے اس طرح سے اسلام پر چلتے ہوئے گزارو کہ تمھیں جب موت آئے تو اس حال میں آئے کہ تم اسلام پر عمل کرنے والے تھے۔ یعنی اسلامی طرزِ معاشرت کسی طور پر بھی معاشرہ کے افراد کو کھلی چھٹی نہیں دیتا کہ دیگر افراد کے ساتھ جو چاہو سلوک کرتے رہو، بلکہ پابند بناتا ہے کہ دوسروں کے جان ومان کا تحفظ کرو۔ دنیا کے ایسے معاشرے جہاں پر قانون کی حکمرانی دیگر معاشروں کی نسبت بہتر ہے وہاں پر بھی جب ذرا سا لوگوں کو قانون کی نظر سے بچ نکلنے کا گمان ہوتا ہے تو وہ لا قانونیت شروع کر دیتے ہیں۔ مگر اسلامی طرزِ معاشرت نہ صرف دنیاوی طور پر قانون کے ذریعے سے لوگوں کو پابند بناتا ہے بلکہ یومِ آخرت کے تصور سے بھی اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ اگر تم دنیا میں قانون کی نظر سے اپنے آپ کو بچا بھی لوگے تو آخرت میں روزِ قیامت تمھیں اپنے ہر عمل کا جوابدہ ہونا پڑے گا۔ لہٰذا یومِ حساب کا تصورِ خلوت میں بھی جہاں کوئی انسان کو دیکھنے والا نہیں ہوتا ہے۔ گناہ اور لا قانونیت سے باز رکھتا ہے کہ بروز قیامت سزا اور غضبِ الٰہی کا حقدار نہ ٹھہرے۔

اسلامی طرزِ معاشرت کا تفرد

دیگر معاشروں کے سماجی رویوں اور دساتیر کا مطالعہ کریں تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ان سماجی رویوں اور دساتیر کا مرکز و محور انسان کی ذات ہے۔ یعنی نفس انسانی کی خواہشات کو ہی خدا بنالیا گیا ہے۔ مثلاً یورپ کے معاشرے کی مثال ہی لے لیجیے جہاں پر مرد کی مرد کے ساتھ شادی کی اجازت دی جا رہی ہے۔ یہ اجازت اسی بنیاد پر دی جا رہی ہے کیونکہ یہ انسان کی خواہش ہے۔ گویا خواہشاتِ نفس نے انھیں اپنا اسیر بنالیا اور یہ اجازت چونکہ انسانی خواہش کے پیشِ نظر دی گئی ہے اس کے مضر اثرات و نقصانات کا اندازہ کیے بغیر جب کہ اسلامی طرزِ معاشرت میں ہر وہ عمل جو انسان کے لیے مضر ہو یا جس عمل سے نسل انسانی کی بقا کو خطرات لاحق ہوں اس کی کسی صورت اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اور نہ ہی معاشرہ میں اس کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔ دیگر معاشروں کے برعکس اسلامی معاشرہ میں چونکہ حاکمیت اللہ تعالیٰ کی تسلیم کی جاتی ہے۔ اور نفسانی خواہشات کے برعکس اللہ تعالیٰ کی رضا و مرضی کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے۔ ہر عمل اور قانون رضائے الٰہی سے مشروط ہوتا ہے۔ اسلامی طرزِ معاشرت میں خواہشاتِ نفس کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ نفس کی خواہشات کے پیروکاروں کے لیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةًؕ"[10]

اللہ نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اول سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا کی طرف رغبت میں۔

ایک اسلامی معاشرہ میں حکم صرف اور صرف خدائے واحد کا ہو گا۔ اور اس کا سب سے پہلا حکم یہ ہے کہ اُسے خدائے واحد تسلیم کرتے ہوئے صرف اسی کی عبادت کی جائے۔ اسی کے حکم کو مانا جائے اور یہی طریقہ زندگی ہے درست ہے۔ لیکن اکثر لوگ اپنی نا سمجھی کے سبب اس بات کو نہیں جانتے۔

سماجی رویوں کی تخلیق کے ادارے

عقل و خرد کے باوجود انسان اپنے طور پر ایک کامیاب زندگی نہیں گزار سکتا۔ بلکہ زندگی کے ہر موڑ اور ہر لمحہ حیات میں اُسے کسی کی رہنمائی اور تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ سماج کے ساتھ اچھے تعلقات اور بغیر کسی کی ناراضی مول لیے تقاضائے حیات کو پورا کرنا سہل کام نہیں ہے کیونکہ ہر فرد ایک مخصوص شخصیت کا حامل ہوتا ہے۔ اگر افراد کی تربیت درست انداز میں نہ کی جائے تو یہی افراد بجائے اس کے کہ معاشرہ کے لیے مفید ثابت ہوتے اُلٹا معاشرہ کے ضرر اور باعث نقصان بن جاتے ہیں۔ معاشرہ نام ہی افراد کے مجموعے کا ہے اور افراد بغیر معاشرہ کے بے حیثیت ہیں۔ فرد معاشرے کے بغیر محض گوشت پوست کا ایک لوتھڑا ہے یا محض گوشت پوست کا ایک وجود ہے۔ جسے قرآن مجید "علق" کا نام دیتا ہے۔ یہی گوشت پوست کے وجود کو شخصیت عطا کرتا ہے۔ کیونکہ فرد اپنی انفرادی حیثیت میں کوئی معنوی حیثیت حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک وہ معاشرے کی اکائی کی صورت میں اُس کا حصہ نہیں بن جاتا۔ افراد کی نشوونما کے ساتھ ساتھ اس حیاتِ ارضی میں زندگی کے مقاصد کی تکمیل کے لیے ایک حقیقی صورت کا اختیار کرنا بھی لازمی ہے جسے شخصیت کہتے ہیں۔ معاشرہ چونکہ افراد کے مجموعہ سے ہی وجود میں آتا ہے اور اس مجموعے کی پہلی صورت خاندان ہے۔ خانگی زندگی معاشرے کی بنیاد ہے۔ جس میں خاندان کے تمام افراد ایک دوسرے سے وابستہ رہتے ہیں۔ خاندان ہی وہ پہلا ادارہ ہے جو کسی فرد کی ابتدائی نشوونما اور تربیت کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ خاندان کے بعد مزید اور بھی کئی ادارے جو آگے چل کر فرد کی تربیت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اور

---

[10] الجاثیہ ۴۵:۲۳۔ Al-Jathiyah 45:23

سماجی رویوں کی تشکیل و تخلیق میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں جیسا کہ خاندان کے ساتھ ساتھ تعلیم تعلّم، معیشت، مذہب، سیاسیات، تہذیب و ثقافت وغیرہ۔ یہ تمام ادارے سماجی رویوں کو تشکیل دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

سماجی اداروں کا کردار اور قرآن و سنت کی تعلیمات

کسی بھی معاشرے کے وہ ادارے جو اس معاشرے کے رویوں کو تشکیل دیتے ہیں اور فرد کی شخصیت کی تعمیر اور نشو و نما کرتے ہیں۔ وہ معاشرتی یا سماجی ادارے کہلاتے ہیں۔ ان سماجی اداروں کا کردار فرد کی نشو و نما اور تعمیر شخصیت میں نہایت بنیادی اور کلیدی ہوتا ہے۔ یہ سماجی ادارے نہ صرف رویے تشکیل دیتے ہیں اور تعمیر شخصیت کا کام کرتے ہیں بلکہ معاشرے کی دیگر بنیادی ضروریات کو بھی پورا کرتے ہیں۔ مزید معاشرے کو درپیش ہمہ قسم کے مسائل کا تدارک بھی کرتے ہیں۔ سماجی اداروں میں سب سے پہلا ادارہ خاندان ہے جس میں فرد کی نشو و نما اور تربیت ہوتی ہے۔

خاندان

اسلام نے عائلی زندگی کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ عائلی زندگی کی درستی کے بغیر ایک فلاحی اور مثالی معاشرے کا تصور محال ہے۔ کسی بھی مثالی معاشرے کا خاندان سسٹم نہایت مضبوط بنیادوں پر استوار ہو گا۔ اسلام نے بھی سماج کی اکائی بحسن و خوبی تشکیل پر زور دیا ہے۔ کوئی بھی خاندان جو زوجین اور ان کے اعزاء و اقارب سے تشکیل پاتا ہے۔ عورت جب ماں کے اعلیٰ منصب پر متمکن ہوتی ہے تو جنت اس کے قدموں نیچے ہوتی ہے۔ باپ کی رضا میں رضائے الٰہی ہوتی ہے کیونکہ یہ منصب کوئی معمولی منصب نہیں ہے۔ ماں باپ پر اولاد کی ذمہ داریوں کا جو بوجھ ہوتا ہے وہ ان کی کمر کو خمیدہ کر دیتا ہے۔ اولاد کے لیے ماں باپ کی تڑپ اور اس کارہائے نظام کی ایک جھلک اس آیتِ مبارکہ میں نظر آتی ہے:

"وَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۷۴۰۰"[11]

اور وہ جو عرض کرتے ہیں، اے ہمارے رب! ہمیں دے ہماری بیبیوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

---

[11] الفرقان ۲۵:۷۴۔ Al-Furqan 25:74

اس آیتِ مبارکہ میں ایک مثالی خاندان کا تصوّر پیش کیا گیا ہے کہ اولاد کے ذریعے سے آنکھیں ٹھنڈی فرما۔ یعنی فرماں بردار اولاد جو اپنی فرماں برداری اور نیکی کی وجہ سے ماں باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان بنے۔ اس میں ایک اور خوبصورت پہلو کو بیان کیا گیا ہے کہ نہ صرف اولاد کی فرماں برداری کا ذکر ہے بلکہ خود اپنی ذات کے لیے بھی نیکی و پرہیز گاری کی دُعا کو بیان کر کے گویا اس بات کی تلقین کی جارہی ہے کہ جب خاندان کا سربراہ خود قرآن و سنت کی تعلیمات کا پابند ہو گا تو اس کی برکات سے اللہ پاک ذریت کو بھی راہِ ہدایت پر چلائے گا جس سے معاشرہ کو مفید افراد میسر ہوں گے۔ اسی مضمون کو نبی رحمت ﷺ نے اپنی ایک حدیث میں بیان فرمایا ہے:

((قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لأَنْ يُؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَهُ خَيْرٌلَهُ مِنْ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ.))[12]

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کوئی آدمی اپنے بیٹے کی تربیت کرے یا تم میں سے کوئی اپنے بیٹے کی تربیت تو یہ ہر روز نصف صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔

دیگر معاشروں کی نسبت اسلامی معاشرہ والدین سے اولاد کی بہترین تربیت کا تقاضا کرتا ہے۔ اور نہ صرف دنیاوی منفعت کا سبب بتلاتا ہے بلکہ اُخروی زندگی میں کامیابی اور اللہ کے حضور سُرخروئی کا موجب بھی۔

ایک اور حدیثِ مبارکہ میں نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَكْرِمُوا أَوْلَادَكُمْ وَأَحْسِنُوا أَدَبَهُمْ.))[13]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی اولاد کا اکرام کرو اور انھیں ادب سکھاؤ۔

[12] محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، الجامع الكبير - سنن الترمذي (بيروت: دار الغرب الإسلامي، ١٩٩٨م)، أبواب البر والصلة، ، باب ما جاء في أدب الولد، ٣: ٤٠١، رقم: ١٩٥١۔

mḥmd bn ʿysi bn sẃr̊t bn mwii bn āldḥāk ،āltrmḏy ،ālǧāmʿ ālkbyr - snn āltrmḏy (byrwt: dār ālġrb ālslāmy1998 ،m) ، wāb ālbr wālṣlt ، ،bāb mā ǧāʾ fy db ālwld3 ،: ،601rqm: -1951

[13] ابن ماجة أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، سنن ابن ماجه، (الحلب: دار إحياء الكتب العربية - فيصل عيسى البابي، بدون تاريخ)، كتاب الأدب، باب بر الوالد والإحسان إلى البنات، ٢: ١٢١١، رقم: ٣٦٧١.

ābn māǧtic bw ʿbd āllh mḥmd bn yzyd ālqzwyny ،snn ābn māǧh ،(ālḥlb: dār ḥyāʾ ālktb ālʿrbyt - fyṣl ʿysi ālbāby ، bdwn tāryẖ) ،ktāb ālidb ،bāb br ālwāld wālḥsān li ālbnāt ، 2: ،1211rqm: 3971.

بے شمار احادیث اولاد کی تربیت کی ضرورت و اہمیت کو بیان کرتی ہیں۔ کسی بھی مثالی معاشرے کی ابتداء مستحکم خاندانی نظام سے ہی ممکن ہو پاتی ہے۔ جس میں والدین اور خاندان کے دیگر افراد اپنے نونہالوں کی تربیت اعلیٰ اخلاقی اقدار کے ذریعے سے کرتے ہیں۔ کیونکہ کسی بھی معاشرے کا مستقبل اس معاشرے کے نونہال ہوتے ہیں۔ اگر انھیں صحیح تربیت دی جائے تو اس کا مطلب ہے کہ ایک مثالی اور فلاحی معاشرے کی داغ بیل ڈال دی گئی ہے۔ کیونکہ ایک اچھا پوداہی مستقبل میں تناور درخت بنتا ہے۔ بچپن میں اگر فرد کی تربیت احسن انداز میں ہو جائے تو بعد از بلوغت بھی وہ ان اعلیٰ اخلاقی اقدار پر عمل پیرا رہتا ہے جب کہ اس کے بر عکس بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ انسان بھلائی اور خیر کے راستے پر چلے گا۔ بچے کی تربیت والدین کا وہ سرمایہ ہے جو بالآخر آپ کو لوٹایا جائے گا۔ یعنی اگر آپ نے اچھے اخلاق سکھائے اور احسن انداز میں تربیت کی تو اس کا صلہ نیک اولاد کی صورت میں دنیا میں بھی راحت کا سامان ہو گا اور آخرت میں بھی باعث اجر وثواب ہو گا۔

تعلیم

کسی بھی معاشرہ کے اخلاقی اقدار اور سماجی رویوں کا دوسرا بڑا ادارہ تعلیم ہے۔ تعلیم انسانی معاشرہ کے اخلاق واطوار کو سنوارتی ہے جس سے معاشرہ منور ہوتا ہے اور جہالت کے اندھیرے دور ہوتے ہیں۔ تعلیم ہی وہ ذریعہ ہے جس سے متصف ہو کر انسان بامِ عروج پر پہنچتا ہے۔ علم ہی کی وجہ سے انسان کو اپنے خالقِ حقیقی کی پہچان نصیب ہوتی ہے، علم ہی کی وجہ سے قومیں عروج حاصل کرتی ہیں اور دنیا پر حکمرانی اُن کا مقدر ٹھہرتی ہے۔ جب کہ علم سے نابلد قومیں زوال پذیر ہو جاتی ہیں اور ناکامی ورسوائی ان کا مقدار بن جاتی ہے۔ علم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سب سے پہلی وحی میں تعلیم ہی درس دیا گیاہے۔ اقراء یعنی پڑھ مطلب تعلیم کی اہمیت کو اللہ پاک اُجاگر فرمانا چاہ رہے ہیں۔ اسی طرح ایک اور جگہ ارشادِ ربانی ہے:

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۱۶۴ ۔۔"[14]

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

جہاں پر قرآن مجید میں بے شمار آیات تعلیم کی اہمیت کو واضح کرتی ہیں وہیں پر احادیث طیبہ میں بھی تعلیم کے حوالے سے احکامات ملتے ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

[14] آل عمران ۳:۱۶۴۔ Aal-e-Imran 3:164

((طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ.))[15]

علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

اسلامی طرزِ معاشرت کے حامل معاشرہ میں تعلیم کو حاصل کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ یہ فرمانِ نبوی ﷺ تعلیم کی اہمیت کو صراحت ووضاحت کے ساتھ بیان کر رہا ہے کہ اسلامی معاشرہ میں تعلیم سے نابلد رہنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ انسانی نشو ونما اور تعمیر شخصیت میں تعلیم ایک بنیادی اور اساسی اہمیت کی حامل ہے۔ خود ذاتِ باری تعالیٰ اور نبی رحمت ﷺ کے فرامین تعلیم کو انسانی فطرت و شخصیت کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں لیکن یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اسلام جہاں پر بھی تعلیم کی بات کرتا ہے یا تعلیم کی اہمیت کو بیان کرتا ہے تو اس سے مراد ایسا نظامِ تعلیم ہے جس سے افراد کی شخصیت منور ہو اور باطن کی اصلاح ہو۔ تاکہ حصولِ تعلیم کو ذریعہ روزگار بنایا جائے۔ آج ہمارے معاشرے میں یہ ناسور بُری طرح سرایت کر چکا ہے کہ تعلیم کے حصول کا مقصد فقط ذریعہ معاش ہے۔ جب تعلیم کے حصول کا مقصد فقط ذریعہ معاش ہو تو وہاں تعلیم انسان کے باطن کو منور کرنے کی بجائے مزید اندھا کر دیتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں تعلیم یافتہ افراد تو بہت ہیں مگر تعلیم نے جن افراد کے باطن اور قلوب واذہان کو روشن کیا ہو وہ بہت کم ہیں۔ تعلیم تو دینی و دنیاوی عرفان سے آگاہی کا نام تھا مگر آج جب تعلیم قرآن و سنت کی روح کے منافی طرز پر دی جارہی ہے تو رسوائی اور زوال ہمارا مقدر بن چکا ہے۔ تاریخ اسلامی اس بات کی شاہد ہے کہ جب ہمارے آباء تعلیم کو روح کی بالیدگی اور علم و عرفان کا ذریعہ قرار دیتے تھے تو زمانے کی قیادت انھی کے پاس تھي۔ مگر جب ہم نے اس طرزِ تعلیم سے کنارہ کش ہوئے تو زوال ہمارا نصیب ٹھہرا اور ہمارے معاشرے انحطاط پذیر ہوگئے۔ استاد جس کو اسلام میں روحانی باپ کا درجہ حاصل ہے آج ہمارے نظامِ تعلیم نے اس سے یہ مقام چھین لیا ہے جب سبب سے اقوامِ عالم میں ہمارا مقام بھی گر چکا ہے۔ وگرنہ استاد کا منصب تو اس قدر عظیم ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تو بطور معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ جیسا کہ حدیثِ نبوی ﷺ ہے:

((إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا))[16]

مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔

---

[15] ابن ماجة أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، سنن ابن ماجه، ۱: ۸۱، رقم: ۲۲۴.

ābn māǧt ibw ʿbd āllh mḥmd bn yzyd ālqzwyny ،snn ābn māǧh ، 1: ،81rqm: 226.

[16] أيضاً، ۱: ۸۳، رقم: ۲۲۹.

Ibid 1:83, 229

غلط نظامِ تعلیم نہ صرف یہ کہ ناقص تعمیر شخصیت کرتا ہے بلکہ سماج میں ایسے رویوں کو جنم دیتا ہے جو معاشرہ کے لیے زہر کا کام کرتے ہیں اور ایک ایسا معاشرہ وجود میں آجاتا ہے جو غیر متوازن اور کسی بھی لحاظ سے مثالی معاشرہ کہلائے جانے کے قابل نہیں ہوتا۔ تعلیم کی مقصدیت کو بیان کرتے ہوئے خرم مراد صاحب نے کیا ہی خوبصورت بات کہی ہے کہ:

> "تعلیم کا اصل مقصد یہ نہیں کہ محض معلومات فراہم کر دی جائیں بلکہ یہ ہے کہ وہ ہمارے مقاصد وتصورات اور روایات وتہذیب کی حفاظت کرے اور ان کو آئندہ نسل تک منتقل کر دے اگر کوئی قوم اس مقصد میں کامیاب ہو جائے کہ اپنی اعتقادی وتہذیبی اور ثقافتی روایات کا تحفظ کرلے تو اس قوم کا نشان صفحۂ ہستی سے کوئی نہیں مٹا سکتا بلکہ ایسی قوم ہمیشہ ترقی کے راستے پر آگے بڑھتی چلی جائے گی۔"[17]

سو تعلیم کسی بھی سماج کے رویوں کی تشکیل کا ایک بنیادی ادارہ ہے جس قدر یہ ادارہ مضبوط ہو گا اور اسلامی نظریہ پر عمل پیرا ہو گا اسی قدر منفعت بخش رویوں کو معاشرے میں رواج بخشے گا۔

مذہب

کسی بھی سماج کے رویے یا اقدار کو متشکل کرنے میں جہاں دیگر سماجی ادارے فعال کردار ادا کرتے ہیں۔ وہیں پر مذہب بھی سماجی رویوں کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جب سے انسان کی زمین پر آبادکاری ہوئی ہے تب سے انسان کسی نہ کسی مذہب یا عقیدہ ونظریہ کا پابند رہا ہے۔ اگر وہ عقائد ونظریات درست ہوں اور معاشرے کے افراد ان پر پختگی اور ملاومت اختیار کرنے والے ہوں تو ایسے سماج ہمیشہ بام عروج پر پہنچتے ہیں کیونکہ ایک سچا مذہب اور عقیدہ ایسے سماجی رویوں کو تشکیل دے گا جن کے نتیجے کے طور پر وہ معاشرہ ترقی کی معراج کو حاصل کرلے گا۔ لیکن اگر معاشرہ باطل عقائد ونظریات کا پیروکار ہے تو لامحالہ معاشرے میں ایسے رویے اور اقدار فروغ پائیں گے جس کے نتیجے میں پستی وذلت معاشرے کا مقدر ٹھہرے گی۔ اسلام ہی وہ واحد دین ہے جس میں بنی نوع انسان کی فلاح وکامیابی کا راز مضمر ہے۔ کیونکہ اس دین کو بارگاہِ ایزدی سے قبولیت کی سند عطا ہوئی ہے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

"اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا"[18]

---

[17] خرم جاہ مراد، احیائے اسلام اور معلم (لاہور: ادارۂ تعلیمی تحقیق، تنظیم اساتذہ پاکستان، ۱۹۸۱ء)، ۱۱۔

ẖrm ğāh mrād ‹āḥyāiy āslām āwr mʿlm (lāhwr: ādāri tʿlymy tḥqyq ‹tnẓym āsātḏh pākstān1981 ,11

[18] المائدہ۵:۳۔

Al-Ma'idah 5:3

آج میں نے تمہارے لئے دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

اسلامی معاشرہ زندگی کو بامقصد و بامعنی بنانے پر اصرار کرتا ہے: ایسے رویے اور اقدار کو فروغ دینے کی بات کرتا ہے جو معاشرے کی فلاح اور ترقی کے ضامن ہوں۔ اسلام اپنے پیروکاروں کا اجتماع اور اتحاد کا حکم دیتا ہے۔ منافرت اور تفریق سے باز رہنے کا حکم دیتا ہے۔ عدل اور مساوات حکم دیتا ہے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

"اِعْدِلُوْا۟ ہُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی" [19]

انصاف کرو، وہ پرہیز گاری سے زیادہ قریب ہے۔

اسی طرح صلہ رحمی اور دوسروں کے ساتھ حُسن سلوک، ناداروں، غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کی ضرورت اور معاشی کفالت کی تلقین کرتا ہے غرضیکہ اسلام اپنے پیروکاروں کو اعلیٰ ترین اخلاقی رویوں اور اقدار کا پابند بناتا ہے۔ اور نہ صرف تقاضا کرتا ہے بلکہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ کہیں کسی شخص کی حق تلفی نہ ہو۔ ہر ایسے رویے اور طرزِ عمل کی حوصلہ شکنی کرتا ہے جو کسی بھی درجہ میں دوسروں کے لیے ایذا یا تکلیف کا سبب ہو۔ شارع اسلام نبی رحمت ﷺ نے گویا یہ حدیث بیان فرما کر دریا کو کوزہ میں بند کر دیا۔ فرمانِ مصطفیٰ ﷺ ہے:

((انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق.))

مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔

اسلامی طرزِ معاشرت میں سماجی رویوں اور اخلاقی اقدار کی اہمیت و ضرورت اس بات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ جس مذہب کے شارع کی بعثت کا مقصد ہی معاشرے میں اچھے رویوں اور اخلاقی اقدار کی تکمیل ہو۔ سو اسلامی طرزِ معاشرت سماج میں اچھے رویوں اور اعلیٰ ترین اخلاقی اقدار کا اضافہ کرتا ہے۔

سیاسیات

کسی بھی معاشرے کے وجود کے لیے حکومت انتہائی ناگزیر ہے۔ مگر حکومت کے مزاج میں سختی اور قہر و غضب ہوتا ہے۔ مطلق العنان حکمران یا بادشاہ اسی لیے معاشرے کے لیے مضر ہوتے ہیں۔ اور اُن کے احکام مبنی بر انصاف نہیں ہوتے۔ جس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ سیاست

---

[19] المائدہ۵:۸۔ Al-Ma'idah 5:8

اس طرزِ حکومت کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے کسی بھی معاشرہ کو چلایا جارہاہوتا ہے۔ مطلق العنانیت یا کوئی اور طرزِ سیاست جو معاشرے میں ناانصافی اور عدمِ مسوات کو فروغ دے وہ اس معاشرہ کے افراد کے سیاسی رویوں میں بگاڑپیدا کرتا ہے۔ جس سے معاشرے میں عدمِ استحکام، غیر یقینی اور عدمِ تحفظ کی فضا جنم لیتی ہے۔ نتیجتاً ایسے سماجی رویے پنپنے لگ جاتے ہیں جس کا انجام سماج کی تباہی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ کیونکہ جب معاشرے کے افراد پر ظلم و تعدی بڑھتا ہے تو پھر ان حالات میں کسی ایسی طاقت ور عصبتی کا اظہار ہوتا ہے جو قتل و غارت گری اور خون ریزی کو عام کر دیتی ہے۔ اس لیے ایسی سیاست اور سیاسی قوانین کے وضع کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جن کو عوام تسلیم کرلیں۔ اور سر تسلیم خم کر دیں۔ انصاف اور مساوات پر مبنی سیاسی قوانین معاشرے میں امن وسکون پدیا کرتے ہیں اور معاشرے میں ایسے ریوں کے فروغ کا سبب بنتے ہیں جو معاشرے کے لیے مفید ہوتے ہیں کہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

> "اگر کوئی مملکت سیاسی قوانین سے محروم ہو یا قوانین سے محروم تو نہ ہو مگر ان پر اہل ملک سے عمل درآمد کرانے سے قاصر رہ جائے تو اس کا وقار قائم نہیں رہتا۔ اور اس کا اقتدار بھی کامل ہونے کی بجائے ادھورہ رہ جاتا ہے۔"[20]

سو سیاسیات کسی بھی معاشرے کی بقااور دوام کے لیے از حد ضروری ہے۔ تا کہ معاشرے میں امن و آشتی اور سکون قائم ہو۔ جس سبب سے معاشرے میں استحکام آئے گا۔ اور ایسے سماجی رویے تشکیل پائیں گے جو معاشرہ کی ترقی اور افراد کی تعمیر شخصیت کا کام دیں گے۔

معاشیات

کوئی بھی سماج مختلف اداروں کے ملاپ سے معرضِ وجود میں آتا ہے۔ جس طرح خاندان کسی بھی سماج کا اولین ادارہ ہے اسی طرح معیشت بھی دوسرے نظاموں اور اداروں کی سالمیت کی اولین بنیاد ہے کیونکہ ادارہ اس نظام اور ہیئتِ اجتماعیہ کو کہا جاتا ہے جس کے بغیر حیاتِ انسانی کا تصور ناممکن ہو معیشت بطور ادارہ دیگر سماجی اداروں کی طرح بہت سارے سماجی رویوں کی تشکیل کا سبب بنتا ہے۔ اگر سماج میں معیشت کی بنیاد حسیت و ذاتی مفاد اور لذتیت و جمع دولت پر ہے ت و معیشت بطور سماجی ادارہ معاشرے میں ایسے رویوں اور اقدار کو فروغ دے گی جو معاشرے کے افراد کی شخصیت کو خراب کر دیں گے۔ اس کے بر عکس معیشت اگر ایسے اُصولوں پر مبنی ہو گی جس میں دیانت داری، محنت، ایمانداری کو کلیدی حیثیت حاصل ہو گی تو

---

[20] ابن خلدون، علامہ، مقدمہ ابن خلدون، (مترجم: مولانا راغب رحمانی)، (کراچی: نفیس اکیڈمی، ۲۰۰۱ء)، ۳۱۵۔
ābn ẖldwn ،ʿlāmh ،mqdmh ābn ẖldwn،(mtrǧm: mwlānā rāġb rḥmāni) ،(krāci: nfys ākydmi 2001,-315

معیشت ایسے رویوں اور اخلاق کو فروغ دے گی جو افراد کی شخصیت کی تعمیر اور معاشرے کو ترقی وخوشحالی کے راستے پر گامزن کرنے والے ہوں گے۔ اسلام کا نظامِ معیشت، حسیت و لذتیت اور انفرادی طور پر جمع مال، انانیت اور خود غرض و مفاد پرستی سے پاک و خالی ہے۔ اسلام کا نظامِ معیشت، ایمانداری ودیانت داری، انفاق فی سبیل اللہ اور معاشرے کے دیگر افراد کی فلاح وبہبود کے تحفظ پر مبنی ہے۔

جدید ذرائع ابلاغ

عصرِ حاضر میں ٹیکنالوجی کی بدولت زندگی بہت زیادہ تیز رفتار اور ترقی یافتہ ہوگئی ہے۔ماضی میں جن چیزوں کو تصور میں لانا ممکن نہت ھا آج وہ چیزیں حقیقت کا روپ دھارے ہوئی ہماری سماجی زندگی کا جزو لاینفک ہیں۔ عصرِ حاضر کے جدید ذرائع ابلاغ میں سے ایک ذریعہ سوشل میڈیا ہے۔ جس نے انسانی تعلقات کو ایک نئی جہت عطا کر دی ہے۔ سوشل میڈیا کی طرح باقی ذرائع ابلاغ نے بھی سماجی رویوں پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ لہٰذا جہاں پر دیگر سماجی ادارے سماجی رویوں کی تشکیل کا کام سرانجام دیتے ہیں وہیں پر جدید ذرائع ابلاغ بھی بطور سماجی ادارہ سماجی رویوں کی تشکیل کا کام کر رہے ہیں۔ جدید ذرائع ابلاغ بذاتِ خود منفی یا مثبت اثرات کے حامل نہیں ہیں۔ بلکہ یہ ان کے استعمال پر منحصر ہے کہ ان کا استعمال صحیح ہے یا غلط۔ جدید ذرائع ابلاغ نے ہر شعبہ زندگی کے متعلق سماجی رویوں کی تشکیل کا کام سرانجام دیا ہے۔ ذاتی زندگی سے لے کر معاشرتی روابط، سیاسی و معاشی معاملات سے لے کر مذہبی رویوں کو تشکیل دیا ہے۔ اسی لیے ذرائع ابلاغ کی اہمیت ہر شعبہ زندگی پر محیط ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ذرائع ابلاغ کسی بھی سماج کی اجتماعی سوچ کا عکاس ہوتے ہیں۔ ان ذرائع ابلاغ سے معاشرے میں مثبت اور تعمیری رویوں کو فروغ دے کر معاشرہ کی سمت کو درست کیا جا سکتا ہے۔

فلاحی معاشرے کا آفاقی منشور

اسلام چند عبادات کے مجموعے یا اخلاقی پند و نصائح کا نام نہیں بلکہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اسلام اپنے پیروکاروں سے ایک ایسے سماج کا مطالبہ کرتا ہے جو اس کے بتائے ہوئے دستور اور قوانین کے مطابق ہو۔ دنیا کے دیگر معاشروں کی طرح اسلامی معاشرہ بھی اپنی ایک منفرد شناخت کا حامل ہے۔ ایک صحیح اسلامی معاشرہ ہی اسلامی معاشرت کی اعکاسی کرتا ہے۔ اسلامی معاشرت کی بنیاد تقویٰ، مساوات، اخوت، انصاف، ایثار، دوسروں کی جان ومال اور عزت کی حفاظت اور تکریمِ انسانیت کے بلند اُصولوں پر قائم ہے۔ بلاشبہ اسلامی معاشرت ایک عظیم معاشرت ہے۔ اسلامی معاشرت کی

وجہ امتیاز اس کے وہ بنیادی اُصول و قوانین ہیں جو اُسے دیگر طرزِ معاشرت سے ممتاز کرتے ہیں۔ اسلامی معاشرت نے کوئی گوشۂ زندگی ایسا نہیں چھوڑا جس کے متعلق اعلیٰ ترین اُصولوں کے ساتھ رہنمائی نہ کی ہو۔ قرآن مجید اسلامی طرزِ معاشرت کے متعلق رہنمائی کرتے ہوئے بیان فرماتا ہے:

"وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ١ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ١ۙ وَ السَّآىِٕلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ١ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ١ۚ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا١ۚ وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ١ؕ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا١ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۱۷۷ . . "[21]

اصلی نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھڑوانے میں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیزگار ہیں۔

اس آیت کریمہ میں ایمانیات اور عبادات کے تذکرے کے ساتھ ساتھ دیگر معاشرے کے افراد کے ساتھ حُسن سلوک، بھلائی اور شفقت و محبت کا حکم دیا گیا ہے۔ عہد پورا کرنے اور مصیبت و سختی میں چیخنے چلانے کی بجائے صبر اور تحمل سے برداشت کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اسی طرح ایک حدیث نبوی ﷺ بھی اسلامی معاشرت کے دستور بیان کرتی ہے:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ التَّقْوَى هَاهُنَا» وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ «بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُهُ»))[22]

---

[21] البقرہ۲:۱۷۷۔ Al-Baqarah 2:177

[22] مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري، صحيح مسلم، (بيروت: دار إحياء التراث العربي، بدون تاريخ)، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم ظلم والمسلم، وحتقاره ودمه....، ۴: ۱۹۸۶، رقم: ۲۵۶۴.

mslm bn ālḥǧāǧ ibw ālḥsn ālqšyry ،ṣḥiḥ mslm ،(beirut: dār iḥyāʾ āltrāṯ alʿrby ،bdwn tāriḫ) ،ktāb ālbr wālṣlt wālidāb ، bāb tḥrym ẓlm wālmslm ،wḥtqārh wdmh....,6 ،1984rqm: 2546.

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، خرید و فروخت میں دھوکہ نہ دو۔ ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو۔ ایک دوسرے سے منہ مت پھیرو۔ کسی کی بیع پر بیع نہ کرو اور اے اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے وہ اس پر ظلم نہیں کرتا ہے اور نہ ہی اُسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے نہ اُس سے جھوٹ بولتا ہے اور نہ ہی اُسے حقیر سمجھتا ہے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری یہاں ہے۔

بھائی کو حقیر جاننے، ہر مسلمان کا خون، اس کا مال اور اُس کی عزت دوسرے مسلمان کے لیے حرام ہے، یہ حدیثِ مبارکہ اسلامی معاشرت کے لیے دستوری حیثیت رکھتی ہے۔ جس میں معاشرے کے دیگر افراد کے ساتھ انسان کے تعلقات کی کیفیت کو متعین کرتی ہے۔ اور نہ صرف کیفیت کو متعین کرتی ہے بلکہ ہر فرد کو ان باتوں کا پابند بناتی ہے اور عقیدت آخرت کے ذریعے انھیں یہ باور کراتی ہے کہ ان اُصول و قوانین پر عمل درآمد کی صورت میں اس دنیا میں بھی جزا ملے گی اور آخرت میں بھی اجرِ عظیم عطا کیا جائے گا۔ بصورتِ دیگر اس دنیا میں بھی احتساب ہو سکتا ہے اور یومِ آخرت میں بھی احتساب اور دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ احتساب اور جزا و سزا کے ذریعے سے اسلامی معاشرہ کے تمام افراد اس طرزِ معاشرت پر چلنے کی ترغیب کا بندوبست بھی کیا گیا ہے۔ اسلامی معاشرت میں حقوق و فرائض کا فلسفہ معاشرے میں امن و امان، عدل و انصاف، مساوات و اخوت اور بھائی چارے کا حقیقی ضامن ہے۔ حقوق و فرائض کے تعین کے بعد اسلامی طرزِ معاشرت آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی، محبت، انسیت اور صلہ رحمی کا درس دیتا ہے۔ اور ان اعمال کو قربِ الٰہی کا ذریعہ اور حقیقی اُخروی زندگی میں بلند مقام اور اعلیٰ درجات کا ذریعہ بتاتا ہے۔ دنیاوی زندگی کی بے ثباتی اور عارضی حیثیت کے تذکرہ سے یہ واضح کرتا ہے کہ اس دنیاوی زندگی کے لیے حد درجہ تگ و دو محض عبث ہے۔ کیونکہ انسان کے ساتھ نیک اعمال جائیں گے نہ دنیاوی مال و دولت۔ سو اسلامی طرزِ معاشرت اپنی ان خصوصیات کی وجہ سے دیگر معاشروں کے طرزِ معاشرت سے ممتاز و منفرد رہے۔ ایک ایسا معاشرہ جو اسلامی طرزِ معاشرت پر قائم و دائم ہو اس کے سماجی رویوں کے ادارے بھی مضبوط ہوں گے اور سماجی ادارے ایسے رویوں کی تشکیل کا کام سرانجام دیں گے جو انسانی شخصیت کی تعمیر اعلیٰ ترین پیمانہ پر کریں گے۔

خلاصۂ کلام

انسان کی بقا کے لیے سماج نہایت ضروری ہے اور انسان فطرتاً بھی مدنی الطبع ہے۔کیونکہ خالقِ کائنات نے انسان کی تخلیق ہی اس نہج پر فرمائی ہے کہ نسل انسانی کی بقاو افزائش کے لیے سماج کا وجود ناگزیر ہے۔ کسی بھی سماج یا معاشرہ کے رہن سہن کا طور طریقہ اس کی اخلاقی و معاشی اور سیاسی و سماجی اقدار اس معاشرہ کے سماجی رویوں کی آئینہ دار ہوتی ہیں۔ مختلف سماجی اداروں کے ذریعے سے وجود میں آنے والے سماجی رویے اس معاشرہ کے افراد کی شخصیت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اچھے سماجی رویے تعمیرِ شخصیت کا سبب بنتے ہیں اور بُرے سماجی رویے انسانی شخصیت کی تباہی کا سامان بنتے ہیں اور پھر آخر کار پورے کا پورا معاشرہ تباہی وبربادی کے راستے پر گامزن ہو جاتا ہے۔ لہٰذا تعمیر شخصیت میں سماجی رویوں کا اہم ترین کردار ہوتا ہے۔

دنیا میں موجود مختلف النوع معاشروں کی طرح اسلام بھی ایک طرزِ معاشرت کا حامل دین ہے۔ اسلامی طرزِ معاشرت اعلیٰ ترین اخلاقی و معاشرتی اور سیاسی وسماجی رویوں اور ایسے اُصول و قوانین پر مشتمل ہے جو اپنی افادیت و انفرادیت کے اعتبار سے دیگر معاشروں کے طرزِ معاشرت سے جداگانہ اور ممتاز ہے۔ اسلامی طرزِ معاشرت ایک طرف تو معاشرے کے افراد کے مابین حقوق و فرائض کا تعین کرتا ہے اور پھر نہ صرف دنیاوی جزاو سزا کے نظام پر مشتمل ہے بلکہ اُخروی زندگی اور یومِ آخرت میں احتساب کا بھی بتلاتا ہے۔ اسلامی طرزِ معاشرت سماجی رویوں کی تشکیل کے اداروں کے لیے مکمل ضابطہ رکھتا ہے۔ اسلامی طرزِ معاشرت کا موضوع افراد کی تعمیرِ شخصیت ہے۔